سودی نظام معیشت میں اسلامی بینکاری: ایک سراب یا حقیقت؟

محمد ابو بکر صدیق*

محمد اعجاز**

سودی نظام معیشت نے دولت کے حصول کے لئے جن اصول وضوابط اور طریقوں کو متعارف کرایا وہ اخلاقی بگاڑ، استحصالی جذبات اور غربت کے عفریت کو جنم دینے کے علاوہ انسانیت کی کوئی خدمت نہیں کر سکے۔ یہ اسی نظام کا شاخسانہ ہے کہ آج دولت کی ہوس نے فرد سے لے کر قوموں تک کی زندگیوں میں زہر گھول رکھا ہے۔ جلبِ زر کی بے لگام خواہش نے ملکوں اور قوموں کے باہمی تعلقات کو آلودہ کر دیا ہے۔ سرمایہ دارانہ نظام کے نتیجے میں آج کا انسان اتنا خود غرض ہو گیا ہے کہ وہ حصول دولت کے ہر طریقے کو جائز اور ہر مال پر اپنا حق سمجھتا ہے۔ اِس تناظر میں ابو الاعلیٰ مولانا مودودیؒ کے مطابق جدید معیشت کے سب سے بڑے وکیل آدم سمتھ (Adam smith) کو بھی یہ کہنا پڑا "ایسا کم ہی ہوتا ہے کہ جب کاروباری لوگ کہیں باہم جمع ہوں اور اُن کی میٹنگ عوام کے خلاف کسی سازش پر اور قیمتیں بڑھانے کے لئے کسی قرارداد پر ختم نہ ہوتی ہو۔ حد یہ ہے کہ تقریبات تک میں مل بیٹھنے کا جو موقع دستیاب ہوتا ہے، اُس کو بھی یہ حضرات اِس جرم سے خالی نہیں جانے دیتے۔"(۱) اس ظالمانہ نظام کی بنیاد سود پر ہے جو انسان کے اندر خود غرضی، بے رحمی اور بخل جیسے رذیل خصائل کو پروان چڑھاتا ہے۔ جس سے باہمی تعلقات زہر آلود ہو جاتے ہیں اور یوں یہ سمِ قاتل قوموں میں سرائیت کر کے اُن کی اخلاقیات کو تباہ و برباد کر دیتا ہے۔

دوسری جنگِ عظیم کے آخر میں مشہور معیشت دان جان کینز (John Manyard Keynes) کی سربراہی میں جب حکومتی وفد اپنے اتحادی امریکہ سے امداد کی اپیل کرنے گیا تو امریکہ نے برطانیہ کو بھاری سود پر قرضہ دینے کا معاہدہ کیا۔ وفد جب اپنا مشن پورا کر کے پلٹا تو برطانوی دارالامرا (House of Lords England) میں امریکہ کے اس رویے پر تبصرہ کرتے ہوئے سر جان کینز نے کہا: " امریکہ نے ہمارے ساتھ جس بنیے پن کا مظاہرہ کیا ہے وہ ہم کبھی نہیں بھولیں گے"۔ اِس موقع پر برطانوی وزیر اعظم ونسٹن چرچل (Winston Churchill) نے کہا" یہ بنئے پن کا جو برتاؤ ہمارے ساتھ ہوا مجھے اس کی گہرائی میں بڑے خطرات نظر آتے ہیں۔ سچی بات یہ ہے کہ اس کا ہمارے باہمی تعلقات پر بہت ہی برا اثر پڑا ہے۔(۲) الغرض سود ایک ایسی لعنت ہے جس سے وہ قومیں بھی کبھی خوش

* لیکچرر، شعبہ فاصلاتی تعلیم، شریعہ اکیڈمی، انٹرنیشنل اسلامک یونیورسٹی، اسلام آباد، پاکستان

** ایسوسی ایٹ پروفیسر، شیخ زید اسلامک سینٹر، پنجاب یونیورسٹی، لاہور، پاکستان

نہیں رہیں جنہوں نے سودی نظام کو تقویت دینے میں اہم کردار ادا کیا۔ سود کے یہ اثرات یک طرفہ نہیں ہوتے بلکہ نتائج کے اعتبار سے (سود دینے اور لینے والے) دونوں گروہ اِس سے بری طرح متاثر ہوتے ہیں۔ سود کے ان اثرات پر تبصرہ کرتے ہوئے جسٹس پیر محمد کرم شاہ الازہریؒ رقم طراز ہیں: ” اس (سود) سے اگر ایک طبقے میں تن آسانی، حرام خوری، حرص وبخل کے جذبات پرورش پاتے ہیں تو قوم کے دوسرے طبقے میں حسد وعناد اور منافرت کی تخم ریزی ہوتی ہے۔“(۳)

اس مقالہ سے اسلامی بینکاری سے متعلق بنیادی غلط فہمیوں کا ازالہ کرنا مقصود ہے۔ جس کے لئے تقابلی طریقہ کار اختیار کیا گیا ہے۔ کیونکہ یہ بھی ایک اصول ہے کہ" الاشیاء تعرف باضدادھا"اشیاء اپنی اضداد سے پہچانی جاتی ہیں ۔ اس مقالہ میں انتہائی کثیر الاستعمال بینکنگ پروڈکٹ " اکاؤنٹس "کا تفصیلی تقابلی جائزہ لیا گیا ہے۔ اس اعتراض کا بھی ایک تحقیقی جواب دیا گیا ہے کہ روایتی بینکوں کی طرح اسلامی بینک بھی لوگوں سے پیسہ لے کر سودی کاروبار میں استعمال کرتے ہیں۔ اسلامی بینکنگ پر اٹھنے واے ایک اہم اعتراض کا بھی عقلی و نقلی دلائل سے جائزہ لیا گیا ہے کہ اسلامی بینکاری میں نفع کی تعیین کے لئے سودی معیار شرح کائبور(KIBOR)کا استعمال کیا جاتا ہے جو کہ غیر شرعی ہے۔ اس مقالے میں اسلامی بینکاری سے متعلقہ اہم ادارےھیئۃالمحاسبۃ والمراجعۃ للمؤسسات المالیۃ الاسلامیہ کے مختصر تعارف کے ساتھ ساتھ اسلامی بینکاری میں موجودہ اہم پیش رفت کا بھی جائزہ پیش کیا گیا ہے۔

بینکاری نظام اور اسلامی بینکاری کی ترویج:

آج سے تین صدیاں قبل جب سرمایہ دارانہ یہودی ذہنیت نے بینکاری نظام متعارف کرایا تھا تب تو شاید اِس کی اِتنی ضرورت واہمیت نہیں رہی ہوگی جو آج ہے۔ کیونکہ اب بینکاری نظام، معیشت کے لئے ایندھن کی حیثیت اختیار کرچکا ہے جس کے بغیر اب شاید معیشت کا پہیہ نہ گھوم سکے۔ مگر مسلمان ہونے کے ناطے یہ بھی امّتِ مسلمہ کی ذمہ داری ہے کہ وہ اس نظام کو سود کی غلاظت سے پاک رکھے۔ محض سود ہی وہ قباحت نہیں جس سے چھٹکارا حاصل کرنے کے بعد روایتی بینکوں کے نظام کو مکمّل اسلامی بنکاری نظام قرار دیا جاسکے۔ مکمل اسلامی بینکاری کے لئے یہ بھی ضروری ہے کہ اس میں سود کے علاوہ کوئی بھی ایسا عنصر شامل نہ ہو جو شریعت اسلامی میں ناجائز اور حرام ہے۔ جیسے غرر، جوا، شرائطِ مفسدہ اور اس طرح کے دیگر امور۔ چونکہ اسلامی بینک کے طریق ہائے تمویل(Modes of Finance)میں اثاثہ جات(Assets) کو درمیان میں لایا جاتا ہے۔ اس لیے اسلامی بینک کے لئے یہ ضروری ہے کہ اثاثہ جات پر مبنی معلاملات کے متعلق شرعی اصولوں کی پاسداری کرے۔ بینکاری کے اسلامی ہونے کے لئے درمیان

میں صرف اثاثے لاناہی کافی نہیں بلکہ ان اثاثوں پر شرعی اصولوں کے مطابق کاروبار کرنا بھی ضروری ہے۔ عصر حاضر میں مروجہ اسلامی بینکوں میں رائج فنانس کے بہت سے طریقوں کا تعلق غرر سے ہے۔ یعنی ان میں بہت سی پابندیاں ایسی ہیں کہ اگر ان کی رورعایت نہ برتی جائے تو غرر لازم آتا ہے۔ لہٰذا اسلامی نظام بینکاری کے لیے سود سے نجات حاصل کرنے کے ساتھ ساتھ غرر پر مبنی معاملات سے بچنا بھی لازم ہے۔

موجودہ دور کے نظام ہائے معیشت، معاشرے کے انسانی پہلو کو یکسر نظر انداز کردیتے ہیں، جبکہ اسلام ایک ایسا متبادل معاشی نظام دیتا ہے جو انسانیت کو ہر ممکنہ بگاڑ سے محفوظ کردیتا ہے۔ جسٹس پیر محمد کرم شاہ الازہریؒ تحریر کرتے ہیں کہ "اسلام میں کسبِ معاش کے لئے کھلی چھٹی نہیں بلکہ تمام وہ راستے بند کردئے ہیں جن میں کسی کی کمزوری، مجبوری اور ناداری سے فائدہ اُٹھایا جاتا ہو۔ آپ خود سوچیں جب سود، جوا، رشوت اور بلیک مارکیٹنگ وغیرہ کے چور دروازے بند ہو جائیں تو کیا دولت سکڑ کر چند ہاتھوں میں جمع ہو جائے گی؟ دولت کی ناجائز تقسیم بلکہ لوٹ کھسوٹ جن معاشی، اخلاقی اور سیاسی خرابیوں کو جنم دیتی ہے، وہ اہل علم سے پوشیدہ نہیں ہے۔"(۴)

سودی نظام معیشت نے ساری دنیا کو یوں اپنے نرغے میں لے رکھا ہے کہ اب اس سے جان چھڑانا کسی چیلنج سے کم نہیں۔ اسی چیلنج کو پورا کرنے کی غرض سے اسلامی سلطنت بحرین میں ۲۶ فروری ۱۹۹۰ کو ایک ادارے "هيئةالمحاسبة والمراجعة للمؤسسات المالية الاسلاميه" کی بنیاد رکھی گئی۔ انگلش میں اسے (Accounting and AuditingOrganization for Islamic Financial Institutions) کہا جاتا ہے، جسے مختصراً ایوفی (AAOIFI) کے نام سے پکارا جاتا ہے۔ اس ادارے میں مذاہبِ اربعہ (حنفی، مالکی، شافعی اور حنبلی) کے ۲۰۰ علماء اور سکالرز ممبر ہیں جو جدید تعلیم اور تحقیق کے جدید طرق سے بہرہ ور ہیں۔ جو اپنے تئیں پوری کوشش میں لگے ہیں کہ اس سودی نظام معیشت کا ایسا متبادل اسلامی معاشی نظام متعارف کرایا جائے جو معیشت کے جدید ترقی یافتہ شعبہ جات جیسے تمویل (Finance)، المحاسبہ و المراجعہ (Accounting and Auditing) اور بینکنگ، الغرض ہر شعبے میں واقعی ایک مکمل متبادل نظام کہلائے۔ اس ادارے کے اجلاس سہ ماہی، شش ماہی اور سالانہ بنیادوں پر منعقد ہوتے ہیں، جن میں عصرِ حاضر کے جدید معاشی و حسابی مسائل کے اسلامی حل کے لئے غور و فکر کیا جاتا ہے۔ اِجلاس میں تحقیقی مقالہ جات پڑھے جاتے ہیں، جن میں پیش کردہ تعبیرات و توجیہات پر جرح کے بعد اُن مقالات کو متعلقہ معاشی و حسابی مسائل کے شرعی حل کے طور پر اتفاق رائے سے قبول یا مسترد کیا جاتا ہے۔ یہ ادارہ متفقہ طور پر پاس ہونے والے شرعی حل کو فقہی قانون کی شکل دے کر ہر سال معاشی مسائل سے متعلقہ قوانین کو المعایير الشرعيہ کے نام سے عربی میں شائع کرتا ہے، اور کچھ عرصے کے بعد انگریزی میں ترجمہ کرکے اسے (Sharia Standards) کے

نام سے شائع کرتا ہے اور حسابی مسائلکوالمعاییر المحاسبیہ و المراجع (Accounting, Auditing and Governance Standards) کے نام سے شائع کرتا ہے، اس کو بھی عربی اور انگریزی میں شائع کیا جاتا ہے۔ ادارے کی بنیادی اہمیت یہ ہے کہ اس وقت ساری دنیا کے اسلامی بینک بالعموم اور اسلامی ممالک کے اسلامی بینک بالخصوص اس ادارے کے ساتھ وابستہ ہیں۔ حال ہی میں دیگر ممالک کے مرکزی بینکوں کی طرح سٹیٹ بینک آف پاکستان نے بھی اپنے اسلامی بینکوں پر اس ادارے کے کچھ چُنیدہ(Selective)معاییر (Standards)لاگو کر دئے ہیں۔

سود پر مبنی روایتی بینکاری نظام(Conventional Banking system)تقریباً ۳۰۰ سال سے دنیا کے معاشی نظام میں سود کا زہر گھول رہا ہے۔ جبکہ حالیہ فروغ پذیر اسلامی بینکاری کی عمر ابھی تین دہائیوں پر مشتمل ہے۔ اس تناظر میں دیکھا جائے تو اسلامی نظام بینکاری کسی نعمت سے کم نہیں۔ مختصر سے عرصے میں اس کا متواتر ترقی (Constant Growth) کرنا اس بات کا منہ بولتا ثبوت ہے کہ سود جیسی لعنت سے جان چھڑانا ممکن ہے۔ نیز دنیا کو متبادل نظام کی بھی ضرورت ہے اور یہ ضرورت صرف اسلام ہی پوری کر سکتا ہے۔ اسلامی نظامِ معیشت کے اُصولوں پر مبنی بینکاری اگر اپنے معاملات میں اسلام کی مکمل اتّباع کرے تو اس کے نتائج پہلے سے بھی زیادہ حیران کُن ہوں گے اور اس کی وسعت و ترقی میں میں تیزی سے اضافہ ہو گا۔ اسلامی بینکاری کا تصور تو ۱۹۶۳ء کو ملائیشیا اور مصر میں پیش کیا گیا۔ بعد ازاں مسلم دنیا میں اس حوالے سے مسلسل کام ہوتا رہا۔ چنانچہ مسلم اسکالرز کی جہدِ مسلسل کے نتیجے میں موجودہ اسلامی بینکاری کی داغ بیل ڈالی گئی۔ جسے مسلم دنیا کی طرف سے بہت پذیرائی ملی۔ آج عرب و عجم میں اسلامی بینکاری نظام نہ صرف مقبول ہے بلکہ اِسے معاملات اور تعلیم کی سطح تک اپنایا بھی جارہا ہے۔ اسی مقبولیت کی بدولت اسلامی بینکاری مستقل ترقی کی راہ پر اس طرح گامزن ہے کہ جب (۲۰۰۷) میں امریکہ سمیت مغربی دنیا کے انٹر نیشنل مالیاتی ادارے مالیاتی بحران کی وجہ سے فروخت ہو رہے تھے وہیں، اسلامی بینکوں کے اثاثہ جات میں اضافہ ہو رہا تھا۔ اسی طرح ۲۰۱۰ میں جب یورپ میں یورپین کرنسی کا بحران "یورو کرائسز" آیا، تو یورپی دنیا نے بھی محسوس کیا کہ اسلامی بینکاری نظام ایک مضبوط نظام ہے، جس پر یورپ کی یونیورسٹیوں میں تحقیق شروع ہوئی اور بالآخر یورپ کی دنیا نے اپنے اپنے ممالک میں اسلامی بینکاری ہر دو عملی اور تعلیمی سطح پر شروع کر دی ہے۔

روایتی اور اسلامی بینکاری میں بنیادی فرق:

مروجہ روایتی بینکاری اور اسلامی بینکاری میں میں کئی اعتبار سے فرق ہے۔ اس فرق کی وضاحت ذیل کی سطور میں بالاختصار کی جارہی ہے۔

روایتی بینکاری(Conventional Banking)

"A bank is a financial intermediary that accepts deposits on interest and channels those deposits into lending activities on interest. "([5])

"بینک ایک ایسا مالیاتی واسطہ ہے جو سود پر قرض لیتا ہے اور پھر اُنہی رُقوم کو سود پر بطور قرض دیتا ہے"

اسلامی بینکاری(Islamic banking)

"A banking system that is based on the principles of Islamic law and guided by Islamic economics. Two basic principles are behind the Islamic banking; the sharing of profit and loss and, significantly,the prohibition of the collection and payment of interest."([6])

"اسلامی بینکنگ ایسا بینکاری نظام ہے جس کی بنیاد اسلام کے معاشی قوانین پر رکھی گئی ہے۔ اس کی امتیازی خصوصیت دو بنیادی اصول ہیں نفع و نقصان میں شراکت اور سود کی ادائیگی اور وصولی کی ممانعت۔"

روایتی بینک کی اہم بنیادی سرگرمیاں :

روایتی بینکنگ کے معاملات کی تفصیل تو بہت زیادہ ہے لیکن بنیادی امور میں رقوم اکٹھی کرنا (Deposit Creation)، مختلف مقاصد کے لیے قرض دینا(Finance)، ایجنٹ کی خدمات(Agency Services)، گارنٹی دینا(Issuing LG's)، مشیر کی خدمات(AdvisoryServices)، دوسری متعلقہ خدمات (Other related Services) جیسے معاملات قابل ذکر ہیں۔ عوام و خواص کی سطح پر جب اسلامی بینکاری کا تذکرہ ہوتا ہے تو لوگ سب سے پہلے ڈیپازٹس کے تناظر میں اسلامی اور روایتی بینکاری کا موازنہ شروع کر دیتے ہیں۔ اس لئے اس جگہ صرف ڈیپازٹس سے متعلق تفصیلی بحث پیش کی جارہی ہے۔

ڈیپازٹس(Deposits):

" Money placed into a Banking Institution for safekeeping. Bank deposits are made to deposit accounts at banking institution "([۷])

"لوگ جو رقوم حفاظت کے لئے بینک میں رکھتے ہیں، وہ رقوم ڈیپازٹ کہلاتی ہیں۔ بینک ان ڈیپازٹس کو اکاؤنٹ بنا دیتا ہے۔"

روایتی بینک کے ڈیپازٹس: (Deposits of Conventional Bank)

روایتی بینک میں جو رقوم جمع کرائی جاتی ہیں، وہ چار طرح کے اکاؤنٹس میں جاتی ہیں۔

۱۔ کرنٹ اکاؤنٹ (Current Account)

روایتی بینکوں میں یہ اکاؤنٹ قرض کی بنیاد پر کھولا جاتا ہے۔۔ یعنی ڈیپازٹر اور بینک میں قرض خواہ اور مقروض کا تعلق ہوتا ہے۔ عموماً بینک اس ڈیپازٹ پر نفع ادا نہیں کرتا۔ ڈیپازٹر کو عند الطلب، چیک یا اے ٹی ایم کے ذریعے، رقم ادا کر دی جاتی ہے۔ عند الطلب کا مطلب یہ ہوتا ہے کہ رقم نکلوانے کے لئے بینک کو پہلے سے کوئی نوٹس نہیں بھیجا جاتا۔ محمد ایوب کے مطابق کچھ بینک اپنی مارکیٹ کی حکمت عملی کے تحت تھوڑا بہت منافع ادا کرتی ہیں۔ یعنی روایتی بینک کے کرنٹ اکاؤنٹ منافع بخش بھی ہوتے ہیں اور غیر منافع بخش بھی۔[۸] کرنٹ اکاؤنٹ میں کم سے کم رقم (MinimumBalance)بینک کی پالیسی پر منحصر ہوتی ہے ۔کم سے کم رقم(MinimumBalance) کا مطلب یہ ہوتا ہے کہ ایک خاص مقررہ رقم ہر وقت اکاؤنٹ میں رہنی چاہیے، اگر اکاؤنٹ میں موجود رقم اس مقررہ مقدار سے کم ہو جائے تو پھر اکاؤنٹ سے کٹوتی شروع ہو جاتی ہے۔ کچھ بینک کرنٹ اکاؤنٹ میں یہ شرط عائد کرتے ہیں اور کچھ نہیں کرتے۔

۲۔بچت اکاؤنٹ (Saving Account)

روایتی بینکوں میں یہ اکاؤنٹ بھی قرض کی بنیاد پر کھولا جاتا ہے۔ چونکہ کمرشل بینک کو رقوم اکٹھا کرنا ہوتی ہیں اِس لئے بچت اکاؤنٹ پر منافع کی ادائیگی کا لالچ دیتی ہیں جو کہ قرض پر نفع ہونے کی وجہ سے سود کہلاتا ہے۔ بچت اکاؤنٹ بھی طلبی اکاؤنٹ کہلاتے ہیں کیونکہ اِس اکاؤنٹ سے بھی رقم عند الطلب نکلوائی جاسکتی ہے۔ بچت اکاؤنٹ میں بھی کم سے کم رقم(Minimum Balance) بینک کی پالیسی پر منحصر ہوتی ہے۔ مگر عام طور پر بچت اکاؤنٹ میں یہ شرط عائد نہیں کی جاتی۔

۳۔ معینہ میعادی اکاؤنٹ(Fixed Account)

روایتی بینک کو قرضہ دیتے وقت ڈیپازٹر یہ عہد کرتا ہے کہ وہ ایک خاص مدت تک اِس رقم کو نہیں نکلوائے گا۔ جس پر بینک اُسے ایک خاص شرح منافع ادا کرتی ہے جو قرض پر نفع ہونے کی وجہ سے سود شمار ہوتی ہے۔ شرح سُود کا انحصار ڈیپازٹ کی مدت پر ہوتا۔ مدت جتنی زیادہ ہوگی شرح سُود بھی زیادہ ہوگی۔ لیکن کچھ بینک وقت سے پہلے رقم نکلوانے پر جرمانہ عائد کرنے کی بھی شرط لگاتے ہیں۔

۴۔ پی ایل ایس اکاؤنٹ:

یہ ڈیپازٹ نفع و نقصان میں شراکت کی بنیاد پر ہوتا ہے۔ پی ایل ایس اکاؤنٹمیں نفع کی شرح کا تعین غیر شرعی ہوتا ہے۔ مثال کے طور پر روایتی بینک اپنے صارف کو اُس کی اصل رقم کا ۵٪ نفع دیتی ہے۔ حالانکہ نفع و نقصان میں شراکت کے شرعی اصولوں کے مطابق نفع کی شرح کا تعین کل نفع سے کیا جانا چاہئے نہ کہ سرمائے سے۔ اور اگر کوئی بینک منافع کی شرح کا تعیّن اسلامی طریقے کے مُطابق مستقبل میں کمائے جانے والے منافع کی بنیاد پر کرے۔ تو پھر بھی ایک اور خرابی لازم آتی ہے اور وہ یہ ہے کہ پی ایل ایس کاؤنٹ کی رقم سودی معاملات میں لگائی جاتی ہے، جس کی وجہ سے حاصل شدہ منافع بھی حرام ہو جاتا ہے۔

روایتی بینک میں جمع شدہ رقوم کی شرعی حیثیت:

سوال یہ ہے کہ روایتی بینکوں میں رکھوائی گئی اِن رقوم (Deposits) کی شرعی حیثیت کیا ہے؟ کیا یہ قرض ہیں یا امانت؟ اس سوال کے جواب سے پہلے قرض اور امانت کا مطلب سمجھنا ضروری ہے۔ قرض وہ رقم ہے جو کسی مقصد کے لیے مقررہ مدت تک لی جاتی ہے۔ جس کا واپس کرنا مقروض پر لازم ہوتا ہے خواہ حالات کچھ بھی ہوں۔(۹) امانت وہ رقم ہے جو کسی کے پاس اعتماد کی بنیاد پر رکھی جائے، اس شرط پر کہ عند الطلب اسے واپس کیا جائے گا۔ مگر امین اِس مدت کے دوران اُس رقم سے کسی قسم کی منفعت نہیں لے سکتا۔ رقم چوری ہو جانے یا کسی بھی وجہ سے جس میں امین کی کوتاہی نہ ہو، رقم ضائع ہونے کی صورت میں امین ضامن نہیں ہوتا۔(۱۰)

ڈیپازٹر کے لئے قرض اور امانت میں سے "قرض" زیادہ قابلِ اطمینان ہے کیونکہ قرض دینے کی صورت میں صارف کو اس بات کا یقین ہوتا ہے کہ اس کی رقم ہر حال میں اُس کو واپس مل جائے گی۔ لیکن ایسی تسلی امانت کے معاملہ میں معدُوم ہوتی ہے کیونکہ رقم کے گُم یا چوری یا کسی ایسی وجہ سے رقم کے ضائع ہو جانے کی صورت میں جس میں امین کی کوتاہی نہ ہو، امین پر امانت کی رقم کو لوٹانا لازم نہیں ہوتا۔ اس سلسلے میں یہ بیان کرنا فائدے سے خالی نہ ہو گا کہ حضرت

زبیر بن العوامؓ جو اپنے اعتماد اور ایمانداری کی وجہ سے عرب معاشرے میں شہرت رکھتے تھے۔اُن کے متعلق بخاری شریف میں ہے۔

"اِنّ الرّجلَ کان یأتیہ المالَ فیَستَودعہ ایّاہ فیقول الزّبیر لا و لکنّہ سلف، فاِنّی اخشی علیہ الضَّیعۃُ۔"(۱۱)

"حضرت زبیرؓ کے پاس جب کوئی آدمی آتا اور عرض کرتا کہ وہ اپنا مال اُن کے پاس امانت رکھنا چاہتا ہے تو آپؓ فرماتے نہیں تمہارا مال میرے پاس قرض ہے۔ کیونکہ مجھے امانت کے ضائع ہونے کا خوف ہے۔"

حضرت زبیر بن العوامؓ کے اس طریقے سے لوگوں میں اُن کا اعتماد اور پختہ ہو جاتا۔اس وضاحت کے بعد اب آتے ہیں سوال کی جانب۔عام طور پر لوگوں میں یہ مطلب لیا جاتا ہے کہ ڈیپازٹ بینک کے پاس بطور امانت ہوتے ہیں، حالانکہ یہ امانت کا نہیں بلکہ قرض کا معاملہ ہوتا ہے۔اس کی دو وجوھات ہیں۔اول یہ کہ اگر ڈیپازٹ کی رقم بینک کے پاس بطور امانت ہو تو بینک امانت سے کسی طرح کی بھی منفعت نہیں لے سکتا۔دوم یہ کہ امانت کی رقم ضائع ہونے یا نقصان ہونے کی صورت میں بینک امانت کی رقوم واپس کرنے کا ضامن نہیں ہوگا۔جبکہ ڈیپازٹ کا بنیادی مقصد ہی یہ ہوتا ہے کہ بینک اسے کاروبار میں استعمال کر کے نفع کمائے جو کہ امانت کے مفہوم کے خلاف ہے۔نیز اگر صارف کو علم ہو کہ بینک کے پاس اس کی رقم بطور امانت ہے جس پر کوئی گارنٹی نہیں ہے۔تو شاید وہ بینک میں رقم جمع ہی نہ کرائے۔کیونکہ صارف کو ہر حالت میں گارنٹی چاہیے اور وہ صرف قرض کی صورت میں ممکن ہے۔یہی وجہ تھی کہ لوگ حضرت زبیرؓ کے پاس آتے تھے۔یہ واضح ہونے کے بعد کہ ڈیپازٹ قرض کی رقوم ہوتی ہیں۔تو اگلا سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ کیا قرض پر نفع لینا جائز ہے؟ تو اس کا سیدھا جواب ہے"نہیں"۔کیونکہ " کل قرض جر منفعۃ فھو ربا"(۱۲) ہر وہ قرض جس پر نفع کمایا جائے وہ سود ہے۔اس وضاحت کے بعد اب یہ سمجھنا آسان ہو گا کہ روایتی بینک کے ڈیپازٹس پر نفع سود ہے یا نہیں۔

اسلامی بینک میں جمع شُدہ رقوم:(Deposits of Islamic Bank)

اسلامی بینکوں میں عام طور پر چار طرح کے اکاؤنٹس میں رقم جمع کرائی جاتی ہے۔لیکن مختلف بینکوں نے خود کو دوسرے بینکوں سے ممتاز اور صارف کو متوجّہ کرنے کیلئے الگ الگ قسم کے اکاؤنٹس قائم کر رکھے ہیں۔لیکن یہاں ہم چار بنیادی اکاؤنٹس کو بیان کریں گے۔

ا۔ کرنٹ اکاؤنٹ:

روایتی بینک کی طرح اسلامی بینک میں بھی کرنٹ اکاؤنٹ میں رکھی گئی رقم ایک قرض ہوتی ہے یعنی کرنٹ اکاؤنٹ ہولڈر اور اسلامی بینک کے مابین قرض خواہ اور مقروض کا تعلُّق ہوتا ہے نیز اکاؤنٹ ہولڈر کو اپنی رقم کے قرض ہونے کی وجہ سے اُس پر کسی قسم کے نقصان کا خطرہ بھی مول نہیں لینا پڑتا۔ اسلامی بینک یہ رقم عند الطلب ادا کرتا ہے کیونکہ قرض کی رقم کسی بھی وقت طلب کی جاسکتی ہے۔ تاہم کچھ لوگ کرنٹ اکاؤنٹ کی بنیاد امانت بتاتے ہیں جو کسی بھی طور درست نہیں ہے جیسا کہ اوپر گزر چکا ہے کہ امانت کی رقم پر گارنٹی کا احساس نہ ہونے کی وجہ سے لوگ بینکوں میں اپنی رقم جمع نہیں کراتے۔ نیز اگر کرنٹ اکاؤنٹ کی رقم کو "امانت "مان بھی لیا جائے تو پھر یہ معاملہ فقہا کے نزدیک شرکتِ ملک میں بدل جاتا ہے، کیونکہ اسلامی بینک کرنٹ اکاؤنٹ کی رقم کو اپنی دیگر رقوم کے ساتھ ملا دیتا۔ (۱۳) اس بارے میں علّامہ ابن عابدین شامی کتاب الشرکتہ میں ؒفرماتے ہیں کہ اگر دو لوگوں کے مال کا اختلاط کسی بھی سبب سے ہو تو وہ مخلوط مال دونوں صاحبوں کے مابین مشترک ہو جاتا ہے جو کہ شرکتِ ملک کے تحت آتا ہے۔ (۱۴) اور یہ فقہ اسلامی کا ایک مسلمہ اصول ہے " ان الشریک امین فی المال " (۱۵) کہ ایک شریک کا مال دوسرے شریک کے پاس امانت کے طور پر ہوتا ہے اگر وہ مال بلا تعدی ضائع ہو جائے تو دوسرے شریک پر اُس کی ادائیگی لازم نہیں آتی۔

لہٰذا اسلامی بینک کے کرنٹ اکاؤنٹ میں رکھی گئی رقوم امانت نہیں ہیں بلکہ قرض ہیں۔ صرف اِیک ہی صورت میں اکاؤنٹ ہولڈر کو اپنی رقوم پر گارنٹی مل سکتی ہے اور وہ قرض کی صورت ہے۔ اس لئے اسلامی بینک اس اکاؤنٹ کی رقم پر کوئی نفع نہیں دیتا کیونکہ اسلام میں قرض پر نفع کمانا سود ہے۔ لیکن انسٹی ٹیوٹ آف اسلامک بینکنگ اینڈ انشورنس (۲۰۰۰) کے مطابق کچھ مالیاتی ماہرین کہتے ہیں کہ کرنٹ اکاؤنٹ پر منافع دینے کی پالیسی کو کچھ شرائط کے ساتھ اسلامی بینکوں کی مرضی پر چھوڑ دیا جائے۔ جیسا کہ اسلامی بینک کرنٹ اکاؤنٹ ہولڈر کو کوئی بھی اضافی رقم بطور تحفہ دیں بایں طور کہ یہ اکاؤنٹ ہولڈر کا کوئی استحقاق نہیں ہوگا نیز اسلامی بینک یہ ادائیگی باقاعدگی سے نہیں کرے گا۔ تاکہ وقت گزرنے کسے ساتھ یہ ایک روایت بن کر سود کی شکل اختیار نہ کر جائے۔ (۱۶) لیکن راقم کی نظر میں کرنٹ اکاؤنٹ میں تحفتہَ رقم کی یہ رائے درست نہیں کیونکہ شرع میں جس طرح کچھ چیزیں سدِّ ذرائع کے طور پر منع کر دی جاتی ہیں بعینہ یہ معاملہ بھی ممنوع ہونا چاہیے۔ تاکہ سُود کی طرف جانے کا کوئی سبب بھی باقی نہ رہے۔

۴،۳،۲۔ بچت اکاؤنٹ، سرمایہ کاری اکاؤنٹ اور معیّنہ میعادی اکاؤنٹ:

ان تینوں ڈیپازٹس میں رقوم مضاربہ کی بنیاد پر رکھی جاتی ہیں یعنی اکاؤنٹ ہولڈر رب المال جبکہ اسلامی بینک مُضارب ہوتا ہے۔ اکاؤنٹ ہولڈر اور اسلامی بینک کے مابین مضاربہ کا یہ عقد مضاربہ مطلقہ ہوتا ہے جس میں اکاؤنٹ ہولڈر اسلامی بینک کو اس بات کی اجازت دیتا ہے کہ اسلامی بینک اِس رقم کو کسی ایسے کاروبار میں لگا سکتا ہے جو حلال ہو یا کسی ایسی کاروباری کمپنی کے ساتھ مشارکت یا مُضاربت کی بنیاد پر سرمایہ کاری میں شامل کر سکتا ہے، جس کا کاروبار جائز ہو۔ ان تینوں اکاؤنٹس میں اکاؤنٹ ہولڈر کو اصل سرمائے پر نقصان کا امکانی خطرہ مول لینا پڑتا ہے۔ نقصان ہونے کی صورت میں صارف رب المال ہونے کی حیثیت سے نقصان کی ذمہ داری لیتا ہے۔ کچھ لوگوں کا خیال ہے کہ بینکوں کو تو نقصان ہی نہیں ہوتا تو پھر صارف کو نقصان کیسے ہوگا؟۔ اس کا جواب یہ ہے کہ اسلام میں ایسی کوئی شرط نہیں ہے جس کے تحت یہ کہا جائے کہ مضاربہ اُس وقت تک جائز نہیں ہوگا جب تک کہ اُس میں نقصان نہ ہو۔ شریعت مطہرہ صرف اس بات کی شرط عائد کرتی ہے کہ رب المال کے لئے نقصان کا صرف خطرہ مول لینا ضروری ہے۔ اب یہ قسمت یا بہترین کاروباری فیصلے پر منحصر ہے کہ نقصان ہو یا نہ ہو۔

اسلامی بینک اس مالِ مضاربت میں اکاؤنٹ ہولڈرز کی اجازت سے اپنی رقم بھی ملا لیتا ہے اور کاروبار میں لگا دیتا ہے۔ اِس صورت میں نفع و نقصان کی تقسیم شرکت و مضاربت کے شرعی اصولوں پر ہوتی ہے۔ یہ شرکت و مضاربت کا ایسا مجموعہ ہے جس میں ایک مضارب مالِ مضاربت میں اپنا سرمایہ بھی شامل کر دیتا ہے اور فقہاء کے نزدیک یہ جائز ہے۔ حضرت امام سرخسیؒ فرماتے ہیں:

"لو خلط ألف المضاربۃ بألف من مالہ قبل الشراء جاز "(۱۷)

"اگر مضارب ، مضاربت کے ایک ہزار روپے کے ساتھ اپنے مال سے ایک ہزار روپے (مضاربت کے سامان کی) خریداری سے پہلے ملا دیتا ہے تو یہ جائز ہے۔"

کراچی میزان انڈیکس(Karachi Meezan Index):

کسی کمپنی میں اسلامی بینک کی سرمایہ کاری سے متعلق سوال یہ ہے کہ یہ پتہ کیسے چلے گا کہ کس کمپنی کا کاروبار جائز اور حلال ہے؟ اسلامی بینک کِس کمپنی کے سٹاک میں پیسہ لگائے گی؟ تو اِس کا جواب یہ ہے کہ کراچی اسٹاک مارکیٹ اور میزان اسلامک بینک نے ۲۰۰۹ء میں کراچی میزان انڈیکس (Karachi Meezan Index) کے نام سے ایک مشترکہ انڈیکس متعارف کرایا ہے جسے دونوں اداروں کے جدید مالیاتی امور کے ماہرین اور شرعی ایڈوائزر

(مفتیانِ عظام) کی نگرانی میں تیار کیا جاتا ہے۔ اس انڈیکس میں مختلف کمپنیوں کے کاروبار کا جائزہ لیا جاتا ہے۔ جس کمپنی کا کاروبار مکمّل طور پر جائز ہو یا کاروبار کا زیادہ حصہ جائز ہو تو ایسی تیس (۳۰) کمپنیوں کو انڈیکس میں ترتیب سے شامل کیا جاتا ہے، اِس لئے اسے KMI۳۰ کہتے ہیں۔ جو افراد یا ادارے صرف اُن کمپنیوں کے سٹاک ر شیئر خریدنا چاہتے ہوں جن کے کاروبار شرعاً جائز ہوں تو وہ KMI۳۰ میں شامل کمپنیوں کے سٹاک ر شیئر خریدتے ہیں۔ یہ انڈیکس ہر چھ ماہ بعدUpdateکیا جاتا ہے۔(۱۸)اگر اسلامی بینک نے سٹاک مارکیٹ میں پیسہ لگانا ہو تو اُسے KMI۳۰ کی کمپنیوں میں ہی انوسٹ کرنے کی اجازت ہوتی ہے۔

روایتی اور اسلامی بینک کی پروڈکس کی قیمتوں میں شرح سود (KIBOR) کے استعمال کا شرعی حکم:

روایتی بینک کے تمام معاملات سود(Kibor) کی بنیاد پر ہوتے ہیں۔ کائبور(Kibor)ایک شرح سود ہے جسے انگریزی میںKarachi Interbank Offer Rate کہا جاتا ہے۔ یہ شرح سود روزانہ، سہ ماہی، شش ماہی اور سالانہ کی بنیاد پر متعین کی جاتی ہے۔ اسی شرح سود کی بنیاد پر پاکستان کے سارے بینک بشمول اسلامی بینک آپس کے لین دین میں ایک دوسرے کو ادائیگیاں کرتے ہیں۔ پھر تمام بینک یہی شرح سود اپنی اپنی مختلف پروڈکٹس کی مد میں کسٹمر سے چارج کرتے ہیں۔(۱۹) جبکہ اسلامی بینک کے تمام معاملات میں حتی الامکان سود سے بچنے کی کوشش کی جاتی ہے۔

اسلامی بینک سے متعلق اکثر یہ سوال کیا جاتا ہے کہ کیا اسلامی بینک اپنی پروڈکٹ کی قیمتوں کا تعیّن کائبور(Kibor) کی بنیاد پر نہیں کرتے؟ کیا اس وجہ سے قیمت کی مد میں وصول شدہ رقم حرام نہیں ہو جاتی؟ اُس پروڈکٹ کی قیمت کو حرام نہیں کرتا؟ عصرِ حاضر کے علماء کائبور کے استعمال سے متعلق عقلی دلائل دینے کی کوشش کرتے ہیں لیکن کوئی ٹھوس حوالہ نہیں دے پاتے کیونکہ اُن کے نزدیک کسی نامور جیّد فقیہ نے کائبور یا اس سے مشابہ کسی مسئلے پر ابھی تک کوئی رائے قائم نہیں کی۔ جناب مفتی تقی عثمانی صاحب نے بھی ایک جواب دیا ہے جو تقریباً مولانا احمد رضاخان بریلویؒ کے جواب کے مشابہہ ہے۔ آج سے تقریباً ۱۰۰ سال قبل اپنے ایک فتوے میں کائبور کی طرح کے ایک مسئلے میں مولانا احمد رضاخان بریلویؒ نے اپنی رائے دی جو آج کے اسلامی مالی معاملات کے ماہرین کے لئے سب سے بڑی دلیل ہے۔ ان سے کسی نے سوال کیا کہ " زمین کے مالک نے زمین کے کرائے کو رائج الوقت شرح سود کے ساتھ منسلک کیا ہے۔ کیا یہ کرایہ جو سود سے منسلک ہے جائز ہے؟" تو اُنہوں نے یہ جواب دیا" سود ملحوظ کر کے مقدارِ کرایہ متعیّن کرنا ایک ناپاک بات اور گندہ لحاظ ہے لیکن اگر (سودی شرح کی بنیاد پر کرایہ) معیّن ہو جائے تو اُس کرایہ میں حرج نہیں مثلاً اگر ۱۰۰۰ روپیہ زمین کی قیمت ہے اور شرح سود ۳٪ ہے اور مالک کہے کہ وہ زمین کی قیمت کا ۳٪ کرایہ وصول کرے گا اور سود کا نجس حساب لگا کر تیس روپے (۱۰۰۰ x ۳٪=Rs. ۳۰) ایک ماہ کا

کرایہ قرار دیا تو وہ نجاست اُس لحاظ (سود) میں ہی رہی کرایہ میں نہ آئی"[20]۔ تو اِسی طرح اسلامی بینک کی پروڈکٹ کی قیمت میں کائبور کی نجاست اُس پروڈکٹ کی قیمت کو حرام نہیں کرے گی اگرچہ کائبور کو معیار بنانا پسندیدہ نہیں ہے کیونہ وہ ایک گندہ لحاظ ہے مگر یہ لحاظ مجبوری بھی ہے جس کی تفصیل آگے پیش کی گئی ہے۔

اسلامی بینکوں سے متعلق یہ اعتراض بھی بہت عام ہے کہ جب اسلامی بینک اپنی پروڈکٹ کی قیمتوں کے تعیّن میں کائبور(Kibor) کا استعمال کرتا ہے تو پھر کس طرح یہ سودی بینک سے مختلف ہے؟ اس اعتراض کے جواب سے قبل اِس بات کو سمجھنا بہت ضروری ہے کہ کسی چیز یا پروڈکٹ(Product) کی قیمت میں کائبور کا استعمال سود کی شکلکب اختیار کرتا ہے؟ جس کی تفصیل مندرجہ ذیل بحث میں ملاحظہ کریں۔

عاقدین جب کسی ایک قیمت پر اتفاق کرلیں تو شرع میں عقد کے منعقد ہو جانے کے بعد قیمت میں کسی بھی طرح کی کمی یا بیشی جائز نہیں۔(۲۱) لیکن روایتی بینک جب کسی کسٹمر کو کوئی پروڈکٹ اقساط پر دیتا ہے تو اُس پروڈکٹ کی قیمت کا تعین اس انداز سے کرتا ہے کہ کسٹمر مختلف طے شدہ اوقات میں جب بھی اپنی قسط ادا کرنے آتا ہے، تو اسے ہر قسط پر اُس وقت کے نئے تبدیل شدہ کائبور کے مطابق ادا کرنی ہوتی ہے، جو کہ عموماً گزشتہ قسط سے زیادہ ہوتی ہے، ایسا معاملہ تین وجوہات کی بنا پر شرعاناجائز ہو جاتا ہے۔ اول یہ کہ اس میں غرر ہے کیونکہ کسٹمر کو یہ پتا ہی نہیں ہوتا کہ اس نے اگلی قسط کی مد میں کتنی رقم ادا کرنی ہو گی، نیز جو چیز خریدی ہے اس کی فائنل قیمت کتنی ہو گی۔ دوم یہ کہ اگر قیمت کا تعین ابتدا میں ہو جاتا ہے تو ہر قسط پر تبدیل شدہ کائبور وصول کرنے سے قیمت تبدیل ہو جاتی ہے جس سے قیمتوں کے اس شرعی اصول کی مخالفت ہوتی ہے کہ جب کسی قیمت پر عقد منعقد ہو جائے تو اس کے بعد قیمت کو تبدیل نہیں کیا جا سکتا، اگر تبدیل کیا جائے گا تو اضافہ شدہ رقم سود کہلائے گی۔ کیونکہ عقد طے ہو جانے کے بعد کسٹمر پر اس چیز کی قیمت ایک دَین بن جاتی ہے، اگر قیمت بڑھائی جائے گی تو اضافہ شدہ رقم اس دَین پر زیادتی ہو گی جو کہ سود ہو گی۔

جبکہ اسلامی بینک اور صارف کے مابین کسی چیز کی ایک قیمت پر جب عقد طے ہو جاتا ہے، تو اس کے بعد شرح سود (کائبور) کے بڑھنے یا کم ہونے سے چیز کی قیمت پر کوئی اثر نہیں پڑتا اور عقد شریعت کے مطابق رہتا ہے۔ اِس طرح اسلامی بینک سودی بینک سے ممتاز ہو جاتا ہے۔ رہی یہ بات کہ اسلامی بینک کائبور کیوں استعمال کرتے ہیں؟ تو اِس کا جواب یہ ہے کہ پاکستان میں ابھی اسلامی سرمایہ کی منڈی (Islamic CapitalMarket) کی ترویج نہیں ہوئی، اس لئے اسلامی بینک مجبور ہیں کہ وہ اپنی اشیاء کی قیمتیں متعین کرتے وقت سٹیٹ بینک آف پاکستان کے قائم کردہ شرح سود کائبور کو معیار (Bench mark) بنائیں۔ ملائیشیاء نے تو اسلامی بینکاری میں اتنی ترقی کی ہے کہ تیس

سال کے اس سفر میں اُس نے اپنی اسلامی سرمایہ کی منڈی(Islamic Capital Market) قائم کر لی ہے جس میں ملائیشیا کے سارے اسلامی بینک ایک دوسرے کے ساتھ اسلامی شرح نفع آمیبور(Islamic Inter Bank Offer rate) کی بنیاد پر لین دین کرتے ہیں جو سود سے پاک شرح نفع ہے۔اس موضوع پر ماہرین کے تحقیقی مقالات موجود ہیں۔ اسلامی سرمایہ کی منڈی(Islamic Capital Market) کی ترویج اُسی وقت ہو سکتی ہے جب لوگ، کمپنیاں اور دیگر ادارے اپنا سرمایہ اسلامی بینکوں میں رکھیں اور اپنے تجارتی امور اسلامی بینکوں کے ذریعے سرانجام دیں۔ اور اسلامی بینک وہ پیسہ اور دولت سرمائے کی منڈی میں انوسٹ کر کے اس کی ترویج میں اپنا کردار ادا کر سکیں۔ تاہم موجودہ حکومت نے پاکستان میں صکوک بانڈ کا اجرا کیا ہے جو کہ پاکستان میں اسلامی سرمائے کی منڈی (Islamic Capital Market) کی ترویج کی طرف ایک بنیادی قدم ہے۔

روایتی اور اسلامی بینک کے سٹیٹ بینک آف پاکستان سے تعلق کی نوعیت :

روایتی اور اسلامی بینک سٹیٹ بینک میں اپنا اکاؤنٹ کھلوانے اور چند دیگر امور کی حد تک قدرے مشابہت رکھتے ہیں۔ لیکن سٹیٹ بینک روایتی بینک کے ساتھ لین دین کے سارے معاملات سودی بنیادوں پر ہی کرتا ہے۔ سٹیٹ بینک روایتی بینک کو اس کے اکاؤنٹ پر سود ادا کرتا ہے۔ لیکن اسلامی بینک کو اس مد میں کسی قسم کی ادائیگی (سود یا منافع کی صورت میں) نہیں کرتا۔ کیونکہ اسلامی بینک کے لئے سودی لین دین منع ہے۔ لہذا یہ کہنا بالکل غلط ہے کہ سٹیٹ بینک کے ساتھ تعلق ہونے کی وجہ سے اسلامی بینک سودی معاملات میں ملوث ہوتی ہے۔ اسی طرح دیگر روایتی بینکوں کے ساتھ اسلامی بینک کے لین دین اسلامی طرق ہائے تمویل کے ذریعے طے پاتے ہیں۔

روایتی اور اسلامی بینکاری میں دیگر امور میں فرق (ایک مختصر تقابلی جائزہ):

۱) روایتی بینک کے معاملات میں Economic Activity ، جس کی بناء پر ملکی معیشت کو فائدہ ہو، معدوم ہوتی ہے۔ اور اگر کسی معاملہ میں Economic Activity ہو تو اس میں ظلم یا غرر کا عنصر شامل ہوتا ہے۔ اسلامی بینک کے معاملات میں Economic Activity ظلم، غرر سے منزہ ہوتی ہے۔ جو ملکی معشیت کے لیے مفید ہوتی ہے۔

۲) روایتی بینک میں کلائینٹ (Depositor) کسی قسم کا رسک نہیں لیتا۔ نقصان کی صورت میں بھی اسکا اصل سرمایہ محفوظ رہتا ہے۔ جبکہ اسلامی بینک میں کلائینٹ (Depositor) اپنے اصل سرمائے پر نقصان کا رسک لیتا ہے۔ نقصان کی صورت میں وہ بینک کے ساتھ شرعی اصولوں کے مطابق شرکت کرتا ہے۔

۳) روایتی بینک جب قرض دیتا ہے تو اس پر سود، مرکب سود لیتا ہے۔ جبکہ اسلامی بینک قرض نہیں دیتا بلکہ مرابحہ کے عقد شرعی کے ذریعے کسٹمر کی ضرورت پوری کرتا ہے۔ جو عقد مرابحہ کرنا چاہتا ہے اس سے پوچھا جاتا ہے کہ وہ کیا خریدنا یا بنوانا چاہتا ہے۔ تو اسلامی بینک وہ چیز خرید کر کسٹمر کو مرابحہ پر بیچ دیتا ہے۔ اس کے علاوہ اسلامی بینک میں دوسرے اسلامی عقود کے ذریعے بھی تمویل کی خدمات مہیا کی جاتی ہیں۔

۴) روایتی بینک میں صارف کو قرض دینے کی صورت میں اُس سے سود ہر حال میں وصول کیا جاتا ہے جبکہ اسلامی بینک میں مشارکہ و مضاربہ کی صورت میں شرعی اصول و ضوابط کے تحت معاملات کر کے صارف کی ضرورت کو پورا کیا جاتا ہے۔

۵) روایتی بینک اور کلائنٹ (Client) کا ایک دوسرے سے صرف قرض خواہ اور قرض دار کا تعلق ہوتا ہے جس میں نفع لینا یا دینا حرام ہے۔ کیونکہ قرض پر نفع سود کہلاتا ہے۔ جبکہ اسلامی بینک اور کلائنٹ کا تعلق مختلف الجہت ہوتا ہے۔ ا۔ باہم شریک ۲۔ تاجر اور سرمایہ دار ۳۔ خریدار اور فروخت کنندہ ان سب صورتوں میں شریعت کے طے کردہ اُصولوں پر نفع کمانا حلال ہے۔

۶) روایتی بینک میں روپیہ از خود ایک product ہے۔ جس پر نفع کمایا جاتا ہے۔ جبکہ اسلامی بینک میں حقیقی اثاثہ جات ہی پروڈکٹ (Product) ہیں۔ جن پر نفع کمایا جاتا ہے۔ روپیہ تو صرف خرید و فروخت کا ذریعہ ہوتا ہے۔

۷) روایتی بینک میں وقت (Time) کی بناء پر سرمایہ سے سود کمایا جاتا ہے۔ یعنی جتنا زیادہ وقت کا قرض ہو گا اسی طرح سود کی شرح بڑھے گی۔ یہی سود بینک کا نفع ہے۔ جبکہ اسلامی بینک میں نفع کمانے کے لیے اشیاء و خدمات کی خرید و فروخت ہوتی ہے۔ جو کہ ایک جائز طریقہ ہے۔

۸) روایتی بینک اپنے سارے Deposit پر گارنٹی دیتا ہے کہ وہ نقصان کی صورت میں بھی قابل واپسی ہونگے۔ کیونکہ وہ قرض ہوتا ہے۔ جبکہ اسلامی بینک صرف Current Deposit پر گارنٹی دیتا ہے۔ کیونکہ وہ قرض ہوتا ہے اور قرض پر گارنٹی شرعاً جائز ہے کہ اُس کا لوٹانا لازم ہے۔ باقی ڈیپازٹ تو مضاربہ کی بنیاد پر ہوتے ہیں جن پر نقصان کا رسک برداشت کرنا ہوتا ہے۔ (۲۲)

اسلامی بینکاری سے متعلق ایک المیہ:

اسلامی بینکاری کو روایتی بینکاری کی طرح سودی قرار دینا کسی المیے سے کم نہیں ہے۔ جو لوگ یہ نظریہ رکھتے ہیں معاملات سے متعلق ان کا تجزیاتی طریقہ کار یہ ہوتا ہے کہ وہ دونوں بینکوں کے معاملات کے نتیجے اور انجام کی

طرف دیکھتے ہیں بایں طور کہ اگر ایک کسٹمر روایتی بینک سے دولاکھ روپے کا قرض لیتا ہے تو اسے بمعہ سود دولاکھ تیس ہزار روپے ادا کرنے ہوتے ہیں۔ اسی طرح اگر وہ اسلامی بینک سے اجارہ یا مرابحہ کی بنیاد پر دولاکھ روپے کی تمویلی سہولت (Financial Facility) حاصل کرتے ہوئے کوئی چیز خرید تا ہے تو اسے چیز کی قیمت بمعہ منافع دولاکھ تیس ہزار روپے ہی ادا کرنے ہوتے ہیں۔ چونکہ دونوں بینکوں سے معاملہ کرنے کا نتیجہ "دولاکھ تیس ہزار روپے کی ادائیگی" ایک ہی ہے اس لئے وہ یہ حکم لگاتے ہیں کہ دونوں نظام ایک ہی جیسے ہیں۔ اگر اس تجزیاتی طریق کار کو درست تسلیم کیا جائے تو پھر سوال پیدا ہوتا ہے کہ اگر دو معاملات کا نتیجہ ایک ہو تو کیا دونوں کا حکم ایک ہی ہوگا؟ اگر اس کا جواب ہاں میں ہو تو پھر شریعت مطہرہ کے بہت سے حلال کردہ امور حرام ہو جائیں گے۔ مثلاً اگر زید نے پھلوں کی خرید و فروخت سے ایک ہزار روپیہ کمایا اور بکر نے جوا کھیل کر ایک ہزار روپیہ کمایا۔ تو کیا یہ کہا جائے گا کہ زید اور بکر کی کمائی ایک جتنی ہے اس لئے زید کی کمائی بھی حرام ہے کیونکہ دونوں کے کام کا انجام اور نتیجہ (ایک ہزار روپے کمانا) ایک ہی ہے۔ اسی طرح بہت سے امور کی مثالیں پیش کی جاسکتی ہیں۔ اور یہی بنیادی غلط فہمی ربا اور بیع کے معاملہ میں کفار کو ہوئی جس طرح قرآن مجید میں ہے کہ قالو انما البیع مثل الربوا بیع بھی تو ربا کی مانند ہے۔ کیونکہ بیع اور ربا دونوں میں اصل رقم پر اضافہ (نفع اور سود) وصول کیا جاتا ہے۔ تو اسی نتیجہ اور انجام کی بنا پر کفار نے کہا کہ ربا اور بیع ایک ہی چیز ہیں جبکہ قرآن نے ان کے اس باطل تجزیاتی طریق کار کا رد کرتے ہوئے فرمایا احل اللہ البیع و حرم الربا اللہ تعالی نے بیع کو حلال کیا اور ربا کو حرام کیا۔ اب اگر بنظر غائر دیکھا جائے تو پتہ چلتا ہے کہ حلت و حرمت کا دارو مدار نتائج اور انجام کی بجائے معاملات کے طریقہ کار اور ان کی حقیقت میں تبدیلی پر منحصر ہوتا ہے۔ لہذا روایتی بینک قرض جبکہ اسلامی بینک خرید و فروخت یا کاروباری شراکت کی بنیاد پر نفع کماتے ہیں۔

اس طرح کے غلط تجزیاتی طریق کار سے حاصل شدہ معلومات کی وجہ سے اسلامی بینکاری سے متعلق لوگوں میں منفی آراء کا قائم ہونا عام ہے۔ اور اس کی بڑی وجہ اِسلامی بینکنگ کی حقیقت سے عدم واقفیت ہے۔ اسلامی بینکاری کی حقیقت کو سمجھنے کے لئے بیک وقت علوم شرعیہ اور جدید بینکنگ اینڈ فنانس کے علوم سے آگاہی ضروری ہے۔ نیز ماضی قریب تک تعلیمی اداروں کا کردار بھی اتنا مبہم جو نہیں رہا کہ وہ اس مضمون پر کوئی توجہ دیتے۔ لیکن اب پاکستان میں اس وقت یونیورسٹیز نے اسلامی بینکاری کی تعلیمی ترویج کی جانب توجہ دی ہے۔ انشاء اللہ وہ وقت جلد آئے گا جب ملک میں اسلامی بینکاری مکمل طور پر دین اسلام کے نظام مالیات و معاشیات سے ہم آہنگ ہو جائے گی۔ اس حوالے سے موجودہ حکومت کا یہ ایک خوش آئند اقدام ہے کہ وزارت خزانہ پاکستان نے ماضی قریب میں اسلامی بینکنگ کی

حکومتی سطح پر ترویج کے لئے دس رکنی کمیٹی تشکیل دی جس میں ملک کے جید علماء کرام اور مالیاتی امور کے ماہرین بھی شامل ہیں۔

اسلامی بینکنگ ابھی اپنے تحقیقی و ترویجی دور سے گزر رہی ہے۔ جس کا تعلق مکمل طور پر علمی تحقیق سے ہے۔ اسلامی بینکنگ سے متعلق اپنی رائے قائم کرنے سے پہلے دو باتیں ضرور ذہن میں رکھنی چاہئیں۔ اوّل یہ کہ اسلامی بینکنگ کے صحیح اور قابل اعتماد محقق و مبلّغ صرف وہ افراد ہی ہیں جو علومِ شرعیہ اور جدید معاشی و مالیاتی علوم (Economics, Finance and Accounting) سے بہرہ ور ہیں۔ دوسری بات جو ضروری ہے وہ یہ کہ روایتی بینکاری نظام (Conventional Banking system) پر تین صدیوں سے تحقیق ہو رہی ہے۔ لاکھوں پی ایچ ڈی، ایم ایس / ایم فِل، ایم ایس سی اور ڈپلومے ہو چکے ہیں اور ہو رہے ہیں۔ جس کے نتیجے میں آج یہ ایک مضبوط مالیاتی نظام بن چکا ہے۔ جبکہ اسلامی بینکاری کا نظام ابھی اپنی تحقیقی عمر کے ابتدائی مرحلے میں ہے۔ مگر پھر بھی اس نظام نے ۲۰۰۷،۲۰۰۸ اور ۲۰۱۰ کے مالیاتی بحرانوں میں بھی ترقی کر کے یہ تو واضح کر دیا ہے کہ اسلامی نظام بینکاری، روایتی بینکاری نظام کی نسبت زیادہ مضبوط اور قابل اعتماد ہے اور کیوں نہ ہو کہ اس کی بنیاد شریعت محمدی ﷺ پر ہے جو فلاح انسانیت کی سب سے بڑی علمبردار ہے۔ گزشتہ عالمی مالیاتی بحرانوں کے بعد تقریباً پوری دنیا اسلامک فنانس کی طرف دیکھ رہی ہے۔ جس کا منہ بولتا ثبوت یہ ہے کہ اسلامی اقدار کا تمسخر اڑانے والی مغربی و یورپی اقوام بھی آج اسلامی بینکاری کی طرف کھچی چلی آ رہی ہیں۔

خلاصہ بحث :

اس ساری تفصیل کے بعد یہ نتیجہ اخذ کیا جا سکتا ہے کہ اسلامی بینکاری سے متعلق رائے قائم کرنے سے قبل چند ضروری علوم اور معلومات کا متحمل ہونا ضروری ہے۔ ورنہ ایک سائل کی حیثیت سے فاسئلو اھل الذکر کے تحت کسی متعلقہ فاضل کی رائے پر ہی اکتفاء کیا جائے۔ اسلامی بینکاری کو یکسر سودی نظام کا دوسرا رخ قرار دینا بھی ان صاحبانِ علم کی شبانہ روز محنت کے ساتھ ناانصافی ہو گی جنہوں نے خلوص نیت کے ساتھ سودی نظام کا متبادل دینے کی سعی کی ہے اور کر رہے ہیں۔ کوئی بھی نظام روز اول سے کامل نہیں ہوتا بلکہ اسے اپنی تکمیل کے لئے تدریجی مراحل سے گزرنا پڑتا ہے۔ اسلامی بینکاری پر اٹھنے والے اعتراضات کا تعلق عملی امور (Practice) سے ہے۔ جبکہ تھیوری (Theory) سے متعلق اختلاف علمی نوعیت کا ہے۔ جہاں تک عملی امور (Practice) میں خرابیوں کا تعلق ہے تو وقت گزرنے کے ساتھ ساتھ جیسے جیسے یہ اعتراضات سامنے آئیں گے تو ان سے متعلقہ Regulation,

Supervision and Control کے ادارے قوانین مرتب کریں گے اور اس طرح یہ نظام تکمیل کی طرف گامزن ہو گا۔ لیکن اس تناظر میں یہ خیال رکھنا بھی ضروری ہے کہ اگر کوئی بینک مینیجر ذاتی تعلقات کی بنا پر کسی کسٹمر کے لئے شرعی قوانین کو بالائے طاق رکھتا ہے تو اس شخصی بدیانتی پر پورے نظام کو خراب نہیں کہا جاسکتا۔

تاہم اسلامی بینکاری میں اپنے معاملات کرنا اس درجہ بھی ضروری نہیں ہیں کہ جس شخص کا سرے سے بینکنگ سے واسطہ ہی نہ پڑتا ہو اُسے مجبور کیا جائے کہ وہ اسلامی بینک میں اپنا اکاؤنٹ کھلوائے یا اس کی کوئی پروڈکٹ خریدے۔ لیکن اتنی اہمیت ضرور رکھتا ہے کہ اگر کوئی شخص بینکنگ کے واسطے سے اپنا کاروبار یا کوئی کام کرنا چاہتا ہے، تو اُسے اسلامی بینکاری کی طرف جانا چاہئے۔ کیونکہ اُس کے نزدیک بھی اگر یہ مکمل اسلامی نہیں تو کم سے کم مکمل سودی بھی نہیں۔ لوگ جس قدر اسلامی بینکاری کی طرف آمادہ ہوں گے اسلامی مالیاتی منڈی (Islamic Capital Market) کی ترویج ہو گی پھر سودی معیار کائبور (KIBOR) کا خاتمہ ہو گا اور ایک شرعی اسلامی معیار نفع آئبور (Islamic Inter Bank Offer Rate) رائج ہو گا۔ سودی نظام پر یوں ہاتھ پہ ہاتھ دھر کہ بھی نہیں بیٹھا جاسکتا بلکہ ایک متبادل نظام دینا بھی امت مسلمہ کی ذمہ داری ہے۔

تجارتی وصنعتی انقلاب کی بدولت اقتصادی ایجادات روز بروز جس طرح منظر عام پر آرہی ہیں اُسی طرح اُن سے متعلقہ شرعی مسائل بھی پیدا ہو رہے ہیں۔ وقت گزرنے کے ساتھ بہت سی چیزیں انسانی حاجات کی فہرست میں شامل ہو چکی ہیں۔ جن کو پورا کرنے کے لئے جدید مالیاتی ادارے نِت نئ خدمات مہیا کر رہے ہیں۔ ماضی میں متموّل لوگ انفرادی طور پر لوگوں کی حاجت روی قرض حسن یا صدقات و خیرات کی صورت میں کر دیا کرتے تھے۔ اُس زمانے میں مالیاتی ادارے نہیں تھے اور اگر تھے بھی تو اِس طرح فعّال نہیں تھے جس طرح کہ آج ہیں۔ اب یہ ممکن نہیں کہ جدید اقتصادی امور کو پیچیدہ سے پیچیدہ تر ہونے سے روکا جائے یا اِن پیچیدگیوں سے پیدا ہونے والے مسائل سے یکسر صرفِ نظر کر لیا جائے۔ جہاں قرآن وسنت زندگی سے متعلق احکام کا ایک انسائیکلوپیڈیا فراہم کرتا ہے وہیں رُخصت واباحت کے شرعی ضابطے بھی فراہم کرتا ہے۔ لہٰذا موجودہ دور اپنی حاجیات کی حلّت وحرمت کے متعلق جیّد مفتیانِ عظام، محققین اور اصولیّین کی طرف دیکھ رہا ہے کہ وہ نبّاضِ عصر ہونے کی حیثیت سے جدید اقتصادی امور کے بدلتے ہوئے عُرف، عموم بلویٰ، حاجیات وضروریات کے پیشِ نظر کوئی حل تجویز کریں تا کہ دُنیا میں زندگی شریعت مطہرہ کے اصولوں پر گزاری جاسکے۔

حواشی وحوالہ جات

۱۔ مودودیؒ، مولانا ابوالاعلیٰ، اسلام اور جدید معاشی نظریات، ص۲۹

۲۔ قاسم، حکیم ایم۔اے، حضرت محمد ﷺ بحیثیت ماہر معاشیات، علم و عرفان پبلی کیشنز، ص ۳۱۲

۳۔ الازہری، پیر محمد کرم شاہؒ، تفسیر ضیاء القرآن، ضیاء القرآن پبلی کیشنز، ۱/ ۲۷۵

۴۔ حوالہ بالا

۵۔ (Wikipedia: definition of Bank)

۶۔ (Investopedia: definition of Islamic Banking)

۷۔ (Investopedia: definition of deposits)

۸۔ Ayoub, Muhammad(۲۰۰۷),"Understanding of Islamic Finance", John Wiley and Sons Ltd., p۱۸۲

۹۔ قرض کی یہ تعریف بدائع الصنائع کی کتاب القرض سے ماخوذ ہے۔

۱۰۔ امانت کی یہ تعریف بدائع الصنائع کی کتاب الودیعۃ سے ماخوذ ہے۔

۱۱۔ امام محمد بن اسماعیلؒ، الصحیح البخاری، کتاب الجهاد، باب برکۃ الغازی فی مالہ، مع فتح الباری، ۶/ ۱۷۵

۱۲۔ السیوطیؒ، الجامع الصغیر مصر، مکتبہ مصطفیٰ البابی الحلبی، ۱/ ۹۴

۱۳۔ عثمانی، مفتی تقی، فقہی مقالات، میمن اسلامک پبلیشرز، ۳/۲۷

۱۴۔ ابن عابدین، محمد امینؒ، ردالمحتار علی الدر المختار شرح تنویر الابصار، دار الکتب العلمیہ بیروت، ۶/ ۴۶۶

۱۵۔ حوالہ بالا، کتاب الشرکۃ، ۶/ ۴۹۴

۱۶۔ Khan, Zafar Ahmad (۲۰۰۰),"Islamic Banking & Its Operations", IIBI, London, P:۱۳۷-۱۳۸

۱۷۔ السرخسی، امام محمد بن احمدؒ، المبسوط، ۲/ ۱۳۳

۱۸۔ اس بحث میں KMI۳۰ کے متعلق یہ معلومات میزان گروپ کی ویب سائٹس www.almeezangroup.com پر موجود معلومات کا خلاصہ ہے۔

۱۹۔ http://www.wikinvest.com/rate/Karachi_Interbank_Offered_Rate_(KIBOR)

۲۰۔ بریلوی، مولانا احمد رضا خانؒ، فتاویٰ رضویہ، کتاب الوقف، ۱۶/ ۲۲۹

۲۱۔ عقود بیع میں قیمتوں سے متعلق شرعی ضابطہ یہ ہے کہ عاقدین جب کسی ایک قیمت پر اتفاق کر لیں تو عقد کے منعقد ہو جانے کے بعد کسی بھی ایک فریق کے لئے قیمت میں کمی یا بیشی جائز نہیں۔ امام ابوالحسن احمد بن محمدؒ صاحبِ قدوری فرماتے ہیں؛" واذا حصل الایجاب والقبول لزم البیع ولا خیار لِواحِدٍ مّنھا الّا لعیب او عدم رویۃ "(القدوری، کتاب البیوع) جب ایجاب و قبول حاصل ہو جائے تو عقد بیع (عاقدین پر) لازم ہو جاتا ہے۔ اور عاقدین میں سے کسی ایک کو بھی عقد کو رد کرنے کا اختیار نہیں ہے سوائے اس کے کہ مبیع (فروخت شدہ چیز) میں عیب ہو یا مبیع اَن دیکھی ہو۔ قدوری کے شارح صاحبِ جوہرہ نیّرہ امام ابو بکر بن علیؒ" ولا خیار لِواحِدٍ مّنھا " کی تشریح کرتے ہوئے فرماتے ہیں " ولا بد من تقدیر ثمن و تعیین مثمّاً "یعنی ثمن (باہمی طے شدہ قیمت) اور مثمن (مبیع) کے متعیّن ہونے کے بعد عاقدین کو خرید و فروخت کا معاملہ ختم کرنے کا اختیار نہ ہو گا۔ عقد طے ہو جانے کے بعد ثمن میں کمی یا بیشی عاقدین کے مابین جھگڑے اور فسخِ عقد کا سبب بنتی ہے۔

۲۲۔ روایتی بینکاری اور اسلامی بینکاری میں یہ فرق اسلامی بینکنگ سے متعلق لٹریچر سے ماخوذ ہے۔